ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ:- جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

مجموعہ کلام جوہر

جدید و قدیم

مرتبہ

جناب محمد نعیم خان صاحب تاجر کتب امین آباد لکھنؤ
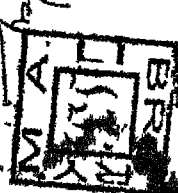
پبلشر

جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

صرف ٹائٹل

ہندوستانی پریس لکھنؤ

بار اول

بجلیاں کبھی پیلی نیلی چمکیلی کنول شعلوں سے اوڑتے گا، کمرے کے ٹھنڈے اور
رنگ برنگ سنہری پر تنگ ہونے والا، کھڑی زمین کے مرطوب فرش پر چلنے کے
بجائے اپنی خوشی کا ناچ وے گا، اور صوبے کے گورنروں پارلیمنٹ کے ممبر
اور امرا، ہندوانگلستان کا وہ عزیز دوست، جس کا ایک دن بھی بغیر
سرکاری ضیافتوں اور پارٹیوں کے بمشکل گذرتا تھا، وہ ایک دو وقت
بھیک مانگ کر وہ غذا کھائے گا اور کھا کر رزاق مطلق کا شکر ادا کرے گا،
ان کی جانب انسان تو الگ رہے، ان "حکام والا مقام" و "امرا نامدار"
کے کتے بھی شاید رخ نہ کرتے!

انسانی عقل و فہم کو یہ قلب ماہیت، یہ تغیر حال، بیشک عجیب معلوم ہوتا
ہے، لیکن کیا اس ذات کے لیے یہ کچھ بھی عجیب ہے، جو ہر لحظہ و ہر ساعت
موت کو زندگی، پستی کو بلندی، جمود کو حرکت، ضعف کو قوت، مرض کو صحت،
ضلالت کو ہدایت، تشنگی کو آسودگی، خندۂ غفلت کو گریۂ عبرت، داہ کو آہ،
ساز کو سوز، اضطراب کو تسکین میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔

چوہر کی شاعری ان کے قلب کی زبان، ان کے جذبات کی ترجمان،
ان کے واردات کا بیان ہے۔ آورد، تصنع و تکلف کا ان کے ہاں
گذر نہیں۔ ان کے قلب پر جو کچھ گذرتی رہتی ہے، وہ بلا تکلف زبان قلم
پر آجاتی ہے۔ اپنی سیر باطنی میں وہ جن جن مقامات و منازل سے
گذرتے رہتے ہیں۔ الفاظ موزوں میں انھیں کا عکس ان کی زبان سے نکل
رہی ہے۔ تاثیر اس طرز سخن کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور یہ وصف ان کے
کلام میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اہل ذوق کو ان کا ایک ایک شعر تاثیر میں

ہو جاتا ہے۔ حکیم شیراز نے صدیوں پیشتر کہا تھا کہ آنچہ از دل
خیزد بر دل ریزد۔ یہ قول جوہر کے کلام پر حرف بحرف صادق آتا ہے
ان کی ہر آواز دل سے نکلتی ہے، اور اسی لیے دل ہی پر جاکر بیٹھتی ہے
ان کی شاعری گل و بلبل، زلف و کاکل، خط و عارض سے یکسر تہی مایہ
ہے۔ ان کا کلام ایک سچے مسلم کا کلام ہے۔ ان کے جذبات تمام تر وہی ہیں
جو ایک مومن صادق کے ہونے چاہئیں۔ بے شبہ ان کی شاعری بھی
چاشنی عشق سے بیگانہ نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق کی کسک ان کے
ایک ایک مصرعہ میں موجود ہے۔ البتہ ان کا معشوق نہ ایران کا سبز خط
ہے، نہ ہندوستان کا بت سیمیں بدن۔ نہ اس کی کمر معدوم ہے نہ اس کا
دہن غائب۔ نہ اس کے ہاتھ میں خنجر و شمشیر اور نہ وہ برلی کے سرمہ مستی کا
قدردان ہے۔ ان کا معشوق ان تمام مزخرفات سے ارفع و منزہ ہے۔
ان کا معشوق مردہ نہیں زندہ ہے۔ فانی نہیں باقی ہے۔ سفاک و ستمگر
نہیں رحمٰن و رحیم ہے۔ ان کا محبوب وہ ہے، جو ہر مسلم بلکہ ہر سلیم الفطرت
انسان کا ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (بقرہ ۔ ع ۔ ۲۰)

(اہل ایمان تو معشوق حقیقی پر دل وجان سے فریفتہ رہتے ہیں)

انہی عاشقوں کا ایک پیشوا سات سو سال ادھر یہ تعلیم دے گیا ہے ؎

شوق است و عاشق پردہ   زندہ معشوق است و عاشق مردہ
ے کز پے رنگے بود   عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق مردگان پایندہ نیست   چونکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست
ندہ در روان و در بصر   ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

[illegible]

عشق کا کمال یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو معشوق کی شخصیت میں بالکل فنا کر دے یا اپنے مطالبات اپنی ذاتی خواہش و ارادہ کو مٹا کر اپنے تئین بالکل مطلوب کے ہاتھ میں دیدے۔ جو کچھ دیکھے اس کی آنکھوں سے دیکھے جو کچھ سُنے، اس کے کانوں سے سُنے جو کچھ کہے اس کی زبان سے کہے اس کی راہ کی ہر مصیبت کو عین راحت سمجھے اپنی آسائش، عزت ناموس، بلکہ زندگی تک کو اسکی خوشی پر قربان کر دے ہمت و استقامت کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اُس کی توفیق اور اپنے خلوص نیت پر اعتماد رکھے جو ہر ان تمام مراتب کی تشریح کرتے ہیں

تسلیم و رضا کا شیوہ ایسا ہے، جو ہر تلخ کو شیرین، ہر مصیبت کو راحت، ہر آگ کو پانی بنا دیتا ہے۔

راضی برضا ہو تو مزا دیکھ دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

تمام مدسکہ عاشقوں کی سرگذشت اسی تجربہ کی تائید میں ہے۔ ان کی مثال سے گرفتار محبت کو ہمت کا سبق لینا چاہیے۔

سنت ارباب وفا صبر توکل چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامان رضا دیکھ

دنیا کے سب سے بڑے عاشق کامل کی نظیر سب سے زیادہ سبق آموز اور ہمت افزا ہے۔

غربت میں اکیلا تو نہیں تو بطحا کے مہاجر کا تو نقش کف پا دیکھ

اگر اُدھر سے توفیق شامل حال ہو جائے، تو ایک مشت پر میں خدائی کی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان کا اپنی کمزوری کا عذر پیش کرنا ضعف ایمان کی دلیل ہے۔

دل سے ہرگز نہیں کمزور بیچارگی پر اپنی نہ جا شان خدا دیکھ

اس طرزِ زندگی میں جو لطف ہے، اُسے کچھ وہی خوب جانتے ہیں جن پر
گذر رہی ہے ؎

اس طرح کے جینے میں بھی مرنے کا مزا ہے ۔۔ قسمت میں یہی ہے کہ ابھی آہ فضا دیکھ

مظلوم و جانباز حسینؑ ابن علیؑ کے رنگ مقبولیت کو دیکھنا اور پھر فرزنا
اس کا مقابلہ ظالم و خود پرست یزید کی ملعونیت سے بھی کرنا!
خلیل بت شکن و اسمٰعیل ذبیح سے لیکر منصور و سرمد تک ہزاروں عشاق
رنگیں نظر آرہے ہیں اور مقتل کی دلکشی ہے کہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے ؎

اپنے ہاتھوں کا بھی ہے رنگ ذرا ۔۔ اس سادگی پر شوخیٔ خونِ شہدا دیکھ

اس دربار میں نذر مقبول صرف خلوص نیت و صدق عمل کی ہوتی ہے
لبھ کے سکوں کا اس دیار میں چلن نہیں۔ ؎

وہ حسن طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا ۔۔ ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ

دشمنان ایمان و منکرین عشق کو کیا خبر کہ نظر بندی نے کس طرح فاسق کو
عارف کر دکھایا اور کثیف کو لطیف بنا دیا ہے۔ محبت کے بندہ کو اب اپنے
اللہ کے بندہ ہونے کا احساس ہو گیا ہے۔ اور اس احساس عبدیت نے
اس کی جنبش لب اور عرش اعظم کے درمیان وہ سلسلۂ ربط قائم کر دیا ہے
جس کی وجہ سے عقل و علم کی آنکھیں محروم ہیں۔ ؎

ہوں لاکھ نظر بند دعا بند نہیں ہے ۔۔ اللہ کے بندوں کو نہ اس طرح ستا دیکھ

حضرات! حکومت و ضوابط استبداد کی عمر کتنی ہی [illegible] او باند و برباد گشت
البتہ عاشق کی زندگی دامن ابد سے بندھی ہوتی ہے۔ یزید کے جاہ و اقتدار
کی خاکستر تک چشم زدن میں اڑ گئی، حسینؑ کے خون کی ہر بوند دنیا کو آبحیات
بنا رہی ہے۔

[illegible] ہے ازل [illegible]   [illegible]

جادۂ عشق کو چھوڑ کر راہِ ہوس پرستی پر چلنے والوں کا تجربہ ہے کہ اس شجرِ [illegible] پر بہار کا سایہ بھی نہیں پڑنے پاتا۔ اور یاس و حرمان کے سموم آتشیں کی لپٹیں دائمی طور پر اس کے نصیب میں رہتی ہیں:

عقبیٰ کو کہاں دوا نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھکانا   اس کا فریب [illegible] دل تو بھی لگا دیکھ

لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم (بقرہ ع ۱۴)

یہ ایک غزل کے چند اشعار تھے۔ اب ایک اور غزل ملاحظہ ہو۔

بے بصروں کے لیے موت سے بڑھکر کوئی ہولناک و دہشت انگیز واقعہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اور احتیاط عمل میں لائی جاتی ہے۔ لیکن لذت آشنایانِ عشق جانتے ہیں کہ راہِ حق میں شہادت حیاتِ جاودانی کے مرادف ہے اور اگر شوقِ لقا ہے تو پھر اپنے تئیں اس راہ میں فنا کر کے دیکھنا چاہیئے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (آل عمران ع ۱۷)

جوہر کو اس وعدۂ الٰہی پر اعتماد کامل ہے۔ اور وہ اس یقین کے ساتھ جو ایمان کامل ہی سے پیدا ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے   پر غیب سے سامانِ بقا میرے لیے ہے

سرخ رو و سرخ پوش شہید دشتِ کربلا کا خونچکاں کفن ان کے دامنِ دل کو کھینچ رہا ہے:

پیغام ملا تھا جو حسینؑ ابن علیؑ کو   خوش ہوں کہ وہی پیغامِ قضا میرے لیے ہے

شہدائے راہِ حق کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ نطقِ بشری بیان سے عاجز ہے۔

[illegible] میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ۔۔۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف ۔۔۔ کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

حق گوئی وحق پرستی کا صلہ یوم آخرت کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس نسیہ کے ساتھ کچھ قیمت نقد بھی وصول ہو جاتی ہے۔ صدق مطلق کا وعدہ ہے۔ لِلَّذِینَ اَحْسَنُوا فِی ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ (نحل ۴) البتہ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی یہ انعام و امتیاز دار و رسن و سلاسل زندان کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ بہر صورت جوہر کا ذاتی تجربہ تو یہ ہے

انعام کا عقبیٰ کے تو کیا پوچھنا لیکن ۔۔۔ دنیا میں اس ایمان کا صلہ میرے لیے ہے

حسن مطلق نے جب مرتبہ اطلاق سے قید و تعین میں آنا چاہا تو اپنا مظہر اتم اس ہستی بشری کو بنایا جسے ہم خاتم رسالت صلعم و سرور کونین کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ذات اقدس، ذات باری ہی کی طرح، اپنی فیض رسانی و مرجع خلائق ہونے میں ہمہ گیری و جامعیت کی حیثیت رکھتی ہے

۱ؐ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم سجدہ - ۴)

۲ؐ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا (احزاب ع ۵)

۳ؐ فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا (جن ع ۱)

وَیُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِھِمْ لَا یَمَسُّھُمُ السُّوْٓءُ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (زمر ع ۶)

شائع ہوا۔ چند ماہ ہوئے اسپرنگ نے اس پر اپنے مقالے [illegible] میں
نہایت تفصیلی تبصرہ کیا۔ راقم پر اس وقت تک عقلیت کلی طور پوری
طرح مسلط تھی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت پر حیرت ہوتی تھی کہ کلام جوہر کے آدھے کی
ایک ایک سطر عشق رسول کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اسیری اور
آزادی، گویائی و خاموشی، زمزمہ سنجی و زبان بندی کے انقلابات اس جوہر
کی تربیت کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس کی آب و تاب اس درجہ کو پہنچ گئی
کہ بعض وہ قلوب بھی جو الحاد و عقلیت کے مرکز ظلمات تھے، پرتو نور سے
جگمگا اٹھے۔

نعت گو شعراء اردو میں کثرت سے ہو چکے ہیں، اور بعض کو شہرت عام
سند امتیاز بھی دے چکی ہے (مثلاً محسن کاکوروی، آسی غازیپوری) لیکن
ان حضرات نے عموماً مناقب کے صرف خارجی پہلوؤں پر قناعت کی ہے
اور ان کو بھی کثرت تکرار نے کسی قدر بے لطف بنا دیا ہے۔ رخ انور کی
تابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی کجی وغیرہ گنتی کے بندھے
بندھے ہوئے مضامین ہیں کہ انھیں کو الٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھتے
رہتے ہیں۔ جوہر کی شاعری چونکہ رسمی و تقلیدی نہیں، اس لیے اس نے
اس باب میں بھی اپنے لیے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا یعنی بجائے خارجیت
کے داخلیت کو اپنا موضوع بنایا، اور بجائے آثار و شمائل کی نقاشی کے
جذبات و واردات کی ترجمانی کی۔ یوسف کا حسن، لیلیٰ کی محبوبی مسلم، پھر بھی
ان کے قصائد مدح میں قلب انسانی کو وہ لذت تو نہیں حاصل ہو سکتی،
جو زلیخا کی بیقراری اور مجنوں کی آہ و زاری کی داستان میں ہے۔
محمد علی کا اصلی موضوع حسن کی رعنائی، جمال کی زیبائی نہیں، بلکہ وہ دل کی

جوشِ عشق کی تڑپ جذبات کے سوز کو سامنے لاکر رکھ دیتا ہے اور یہی اُس کے کلام کی تاثیر کا راز ہے۔ آقا لاکھ کریم و فیاض ہو، اُس کے بیان میں وہ درد و اثر کیسے پیدا ہو سکتا ہے جو غلام کی جانب سے محتاجی و درماندگی کے عرضِ حال میں ہوگا۔

اس مجموعہ میں خالص نعتیہ اشعار تعداد میں چند ہی نظر آئیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چند میں سے ہر بجائے خود ایک دفتر ہے۔ دفترِ علم بے معنی نہیں، دفترِ عشق با معنی۔

"ہونا میرے لیے ہے" "قضا میرے لیے ہے" کی زمین میں مضامینِ توحید سے مشغول کتنے بیٹھے ہیں کہ یاد آتا ہے، کہ کعبۂ خلیل کا طواف بغیر آرام گاہ حبیبؐ کی آستاں بوسی کے مذہبِ عشق میں معتبر نہیں فوراً قلم کی زبان درود خوانی میں مشغول ہو جاتی ہے۔ ؎

اے شافعِ محشر جو کرے تو شفاعت　　پھر کون ہاں تیرے سوا میرے لیے ہے
کیوں ایسے بھی پرنہ فدا ہوں کہ جو فرمائے　　اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لیے ہے

حضرت آسی غازی پوریؒ کا ایک پُر کیف مطلع ہے ؎

صبا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

جو ہر بھی اسی لئے ہیں کچھ الاپتے ہیں ؎

تمہارے فضل کے ہو کے یقین کہتے ہیں　　کہ عید آئیگی بیشک مہ صیام کے بعد
زمین سے چھوٹ گئے جبرئیل بھی قیامت تک　　کرو جی قید ہوئی سید الانام کے بعد

کلام مدینہ میں اشعار ذیل عاشقِ رسولؐ ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں ؎

ہے حدیث مروی جاء الطالمون الی حشر میں بدکاروں کا ساتھ میں وہ نگار

الٰہی شکر ترا پھر مہ صیام آیا — مہ صیام نہیں عید کا پیام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہاں کے لیے — حرا میں عرش سے اقرأ کا جب پیام آیا
جب اپنی پوری جوانی پہ آ گئی دنیا — تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
میں اس نبی پہ بھیجوں درود و سلام کس منہ سے — کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی — جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

سارے مجموعہ کی جان وہ غزل ہے، جو بیجاپور جیل میں اسی سال موزون ہوئی ہے۔ ان اشعار کو پڑھنا، اور ذرا فیصلہ کرنا کہ شاعر الفاظ کو مرتب کر رہا ہے، یا عاشق پارہ ہائے جگر کو خوان عشق میں لگا رہا ہے۔ یہ جذبات بیسویں صدی عیسوی کے ایک نیچری کے ہو سکتے ہیں، یا خیر القرون کے ابرار و اخیار کے؟ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں — اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے — ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے ہیں وعدے — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

قابل رشک ہے وہ صفائے قلب جس پر ان تجلیات کا ظہور ہو، مستحق تبریک ہے وہ سینہ جو اس بار امانت کا متحمل ہو، اور لائق صد تکریم و احترام ہے، وہ ذوق ایمان، وہ عشق خدا، اور وہ عشق رسول، جو خاک کو پاک، ذرہ کو آفتاب، اور فاسق کو ولی بنا دے۔

جوہر کے جوہر معنوی پر ایک سرسری نظر ہو چکی، لیکن شاعری کا تعلق محض

قلب ہی سے نہیں زبان سے بھی ہے۔ اور محمد علی تو یقیناً صاحب دل ہونے
کے ساتھ صاحب زبان بھی ہیں۔ ان کا مخصوص پیام دعوت ایمان ہے لیکن
اس پیام کو جس شوخی و شستگی کے ساتھ وہ ادا کرتے ہیں وہ خود ایک
چیز ہے۔ عام عاشقانہ مضامین کو جس قدرت فن کے ساتھ وہ ادا کر جاتے
ہیں اس پر ادبیت ناز کرتی ہے، اور خوش بیانی اس سے مزہ لیتی ہے۔
شوخیٔ بیان، لطف زبان، حسن ادا، رنگینیٔ خیال، اور عاشقانہ مضمون
آفرینی کا اگر نمونہ دیکھنا ہے تو اشعار ذیل پر ایک نظر کرتے چلیں ؎

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی ۔۔ اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی
[illegible] کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو ۔۔ سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
[illegible] کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت ۔۔ شمع محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو ۔۔ باقی ہے موت ہی دل بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے ۔۔ میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل ۔۔ ھل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں ۔۔ آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

ہے رشک کیوں یہ ہمکو سزاوار دیکھکر ۔۔ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر
اس شان امتیاز کو دیکھو کہ اہل کفر ۔۔ مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھکر
تیر نگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ ۔۔ باہم دل و جگر کی یہ تکرار دیکھکر
ہر سینہ آج ہے ترے پیکان کا منتظر ۔۔ ہوا انتخاب اے نگہ یار دیکھکر

ہوتا تھا، داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج، دہلی اور لکھنؤ کے آسمانوں کے
ٹوٹے ہوئے ستارے سب رامپور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے
خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا تین چار عزیز استاد داغ
کے شاگرد ہوئے جن میں ایک میرے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خانصاحب
گوہر اور میرے چچازاد بھائی اور خسر عظمت علی خانصاحب اور اُن کے بھائی
حافظ احمد علی صاحب شوق شامل تھے۔ گھر پر بارہا مشاعرہ ہوا، پھر داغ
کو نواب کلب علیخان صاحب مرحوم نے جن کی نظر ہمیشہ کفایت شعاری
پر رہتی تھی، ازراہ پرورش سرکاری اصطبل کا داروغہ بھی کر دیا تھا، تاکہ
وظیفہ محض کا دبیکاران کی نذر نہو، یہ میرے مکان کے عقب میں تھا،
اس لیے روز ان کی زیارت یون ہی ہو جاتی تھی، اور اب اُس بذلہ سنج کے
شعر کا لطف اٹھاتا ہوں، جس نے داغ کے اس تقرر پر کہا تھا ممکن ہے
کہ اس سے تاریخ بھی نکلتی ہو کہ

آیا دہلی سے ایک مشکی خر ” آتے ہی اصطبل میں داغ ہوا

داغ کی غزل یاد کیجیے ؎

(آج رخصت جہان سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا)

اس پر مستزاد یہ کہ ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے جو ہمارے
مکان سے دور نہ تھا، اور مجھے بھی لیجاتے تھے۔

داغ نے پہلے دن پوچھا کہو کچھ شعر بھی یاد ہیں، میری عمر بہت ہی کم تھی
بھائی نے کچھ شعر یاد کرا دیے تھے، جنھیں میں نہایت زور اور شان سے
پڑھا کرتا تھا، میں نے داغ ہی کے چند شعر انھیں سنا دیے سنکر
[illegible] کے بعد ہمیشہ اصرار رہا، کہ اس بچہ کو ضرور لایا کرو۔

جناب والا اس کے بعد اگر مین یہ دعویٰ کرون کہ شعر و سخن کے گود مین
پلا ہون۔ تو بیجا نہو گا۔ مگر میرا دعویٰ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے، سنیئے
یعنی نہ صرف شعر و سخن کی گود مین پلا ہون، بلکہ اُس کی تو ندیہ کودا ہون
اُسے ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار رہا ہون۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی
نہین رہی ہے جو مین نے شعر و سخن کی شان مین نہ کی ہو۔

میری پیدائش ۱۸۷۸ء کے اواخر کی ہے۔ مین نے دس برس ہی کی
عمر مین بہت سے لغو و فضول شعر مگر با معنی اور موزون کہے تھے اور اچھا
ہوا کہ اب کسی کو یاد نہین ورنہ جب میرے
(یعنی گورنمنٹ کی طرف سے نہین بلکہ بقول آپ کے میری" امت کی
طرف سے) لکھنے کا وقت آتا۔ تو میرے سیرۃ نگار کو سخت مشکل کا سامنا
ہوتا کہ اس لچر پوچ کو ردی دان بلکہ آتشدان کے نذر کیا جائے یا سیرۃ
پیشوائے قوم و ملک مین جگہ دی جائے، ہمدرد کے سنسر نے (جن کا چند ماہ
کے بعد ہی انتقال یکایک ہوگیا) تو ہمدرد مین سے ایک بار چڑیا چرونٹے
کی کہانی کو بھی (جو محض امتحاناً درج کی گئی تھی) خارج کر دیا تھا اور اعتراض
کیا گیا تو کہا کہ بھائی ہے تو چڑیا چرونٹے ہی کی کہانی اور مطلب بھی صاف
معلوم ہوتا ہے، مگر ہمدرد والون سے ڈر ہی لگتا ہے۔ اور روئی کا معاملہ ہے
نہ معلوم اس مین بھی کچھ زہر بھر دیا ہو" اور جوابدہی ہمارے سر آپڑے آپ
نفسیات کے ماہر ہین، کیا ممکن نہین کہ میرا بوجھ والا سیرۃ نگار باوجود
نقاد سخن ہونے کے محض بطل پرستی کے باعث یہ خیال کرنے لگتا کہ نہ معلوم
کیا کیا اسرار اس بظاہر لچر پوچ مین پوشیدہ ہین۔ اور آنے والی نسلین
ممکن ہے۔ کہ اس سے بھی زیادہ روشن ضمیر ہون اور ان اسرار سے واقف

اور ایک سید نذیر حسن صاحب آنریبل و آزمودہ کار سکریٹری مسلم لیگ کے برادر اصغر" خیر ایک سال آخری کالج مین خوب گذر گیا۔ اور وہ مشاعرہ جسے بعد کو شہرت نے رونق بخشی ہم لوگون ہی کا ایجاد کردہ تھا۔ چودھوین کو ہوا کرتا تھا۔ اور شمع پیش نہ کی جاتی تھی' کرکٹ کا لان جائے مشاعرہ تھا۔ ایک بار چودھوین کو بارش ہوگئی تو تین چار دن مطلع صاف ہونے کی راہ دیکھکر ڈوائننگ ہال مین کیا گیا۔ اس وقت مین سنے اپنی ایک غیر طرح مین اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا ؎

فرشِ زمردین نہین وہ چاندنی نہین لطف مشاعرہ تو گیا چودھوین کے ساتھ

علیگڈھ کالج مین شاعری تو کچھ کی مگر وہی فرضی معشوق۔ اگرچہ جاہلیت تھی بھی تو اُتنی ہی جتنی ایران کی شاعری کو اور "سبزۂ خط" وغیرہ کو ایک حد تک بامعنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا یہان البتہ شاہدان اصلی کی کمی نہ تھی۔ مگر ذوق نظارۂ جمال لاکھ سہی اور گرہ مین مال بھی سہی تاہم طبیعت کا میلان خلاف دستور عام زہد و تورع کی طرف تھا۔ دو برس کے قریب تو ہندوستان کے کچے دھاگے نے باندھے رکھا۔ دو برس کسی اور کے خیال نے۔ مگر یہ آخری خیال بھی باعصمت تھا اور محض حالات گرد و پیش کا تقاضا اس کا محرک تھا۔ جب ان سب تجربون کے بعد کپڑے سچائے گھر کو آئے؛ تو تاہل کی زندگی بال بچون کے خیال نے شاعری سے مستغنی نہیں تو غافل ضرور کر دیا گذشتہ چند سالون مین اگر کچھ ترشح شاعری کا ہوا۔ تو وہی قومی مرثیہ مگر زیادہ تر رہی۔ البتہ پچھلے دو تین برس مین عشق حقیقی رنگ لایا ہے۔ اور تغزل کا زور ہے۔ میرا اپنی تنگ آیا ہے کہ سوائے چار پانچ غزلون کے اُس فرصت کے زمانہ مین بھی کچھ نہ لکھ سکا۔ لکھنے کے لیے

دیکھتا ہوں نہ کوشش کرتا ہوں۔ مگر جب طبیعت پر خود ہی کسی بیرونی
کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو بغایت مجبوری کہہ لیتا ہوں۔ اور یہی ایک ذریعہ
علاوہ تلاوت قرآن پاک کے تسکین قلب کا رہ گیا ہے۔ چونکہ آپ کا
ہے کہ پوری غزلیں لکھ بھیجوں۔ اس لیے یہ لکھے بھیجتا ہوں۔۔۔

کی معشوق سے زیادہ قابل قدر نہیں۔۔۔۔
اب رخصت ہوتا ہوں اور تضیع اوقات کی معافی کا خواستگار ہوں

(غزلیں درج ہیں) یہ چند اشعار ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بقول آپ کے میری
خواہش ان سے کچھ تسکین پائے۔ بہرحال خود مجھے ضرور کچھ نہ کچھ تسکین
ہو جاتی ہے۔ مگر ان کو لٹریچر سے کیا تعلق یہ صرف اپنی دست افشانی
پاکوبی کے لیے ہیں۔

عبدالماجد

دریاباد (بارہ بنکی)

رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ

کلام ابتدائی

غزل تصنیف کردہ بزمانہ طالبعلمی درعلی گڑھ کالج ۱۸۹۷ء

کیون مے پرست دیکھ کے مدہوش ہو گئے
شیشہ مین مے بھری تھی کہ اللہ کا نور تھا

کس زور کی لڑائی تھی اللہ رے کشمکش
تھی رات پاس اور دلِ ناصبور تھا

کیون تاب دید حضرت موسیٰ نہ لا سکے
کیا پہلوئے عدو کی طرح کوہ طور تھا

خوش قسمتی کے آگے جھکایا نہ سر کبھی
اس خانمان خراب کو کتنا غرور تھا

مین تیرا گھر سمجھ کے سر راہ گر پڑا
دیکھا جو آنکھ اٹھا کے تو دروازہ دور تھا۔

دیگر علی گڈہ کالج ۱۸۹۷ء

مجھے انکار وصل غیر پر کیونکر نہ شک گذرے
زبان کچھ اور بولے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

ذرا دم لے صبا، پھر سیر گل دل کھول کر کرنا
ابھی یہ عندلیب کم سخن کچھ اور کہتی ہے

ارادہ تھا یہ نالون کا ہلا دین ربع مسکون کو
مگر اے ہم نفس، دل کی تھکن کچھ اور کہتی ہے

یقین آنے کو تو آجائے تیرے عہد و پیمان کا
تری آنکھ اے بت وعدہ شکن کچھ اور کہتی ہے

قضا کس کو نہیں آتی ہے یون تو سبھی مرتے ہین
پراس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

تری خاطر بھی ہے مدنظر پاس عدو بھی ہے
مگر مین کیا کرون دل کی جلن کچھ اور کہتی ہے

حرم مین کر تو دے اظہار ترک میکشی جوہر
مگر کمبخت کی بوئے دہن کچھ اور کہتی ہے

رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء

غیر کا غلط ہے کہ دل ہے کسی دلدادی کا
کچھ تو ہے تم نے جو مٹھی مین چھپا رکھا ہے

یہ ستانے کی نکالی ہے انوکھی ترکیب
ظلم کا نام ستمگر نے حیا رکھا ہے

آپ آئے ہین عیادت کو دم نزع عبث
جوہر خستہ مین اب کہیئے کہ کیا رکھا ہے

غزل تصنیف کردہ در قیام رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء
بعد امتحان بی۔ اے

کیا دل نے نکل کر خود ہی استقبال پیکان کا
تواضع شرط ہے، رتبہ یہی کہتا تھا مہمان کا

ارادہ ہے طواف کعبہ کا اس آفت جان کا
خدا حافظ مسلمانوں تمھارے دین و ایمان کا

اسی کے منتظر ہیں ہم بھی جس کی تو ہے اے بلبل
بہار آنے پہ ہوگا فیصلہ وحشت و گریبان کا

نکالا پھر سے پروں میں کھا وحشت نے
خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خار مغیلان کا

نہیں معلوم آئی تھی حیا کمبخت کو کس سے
کہ حسرت نے مرے دامان دل میں آکے منہ ڈھانکا

خدا کے آفریں سے تیری آنسو تجھ گئے دل کے
مگر پوچھا نہ تو نے حال کچھ بھی چشم گریان کا

ابھی تک خیر ہے لیکن بہار آنے تو دے اے بلبل
بلا لائے گا تیرے سر پہ ہر غنچہ گلستان کا

یہ کیا آکے ہوئے بیٹھے ہیں بالیں پر عیادت کو
اجل کو فکر ہے تجھ سے زیادہ میرے درمان کا

جنون باقی ہے ابتک گو تری محفل میں بیٹھا ہے
کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے جو ہر کو بیابان کا

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی
خوف غماز عدالت کا خطر دار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے وہاں خوف خدا اور سہی

عہد اول کو بھی اچھا ہے جو پورا کردو
تم وفادار ہو تھوڑی سی یہ وفا اور سہی

جس نے ہنگامۂ عدالت کا تری دیکھا ہے
اس گنہگار کو اک روز جزا اور سہی

کشور کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو
سیر ظلمات کو تھوڑی سی فضا اور سہی

بندگی میں تری سہتے ہی ہیں لو کی لپٹیں
چند دن کے لیئے دوزخ کی ہوا اور سہی

دین و دل جا ہی چکا جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکش کفر میں اک تیر قضا اور سہی

رب عزت کیلئے بھی کوئی رہنے دو خطاب
"تم خداوند ہی کہلاؤ" خدا اور سہی

حکم حاکم نہ سہی مرگ مفاجات سے کم
مالک الملک پہ ایمان کی سزا اور سہی

ہم وفا کیشوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت
شمع محفل جو وہ کافر رہا اور سہی

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو
باقی ہے موت ہی دل بے مدعا کے بعد

تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل
ہل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد

لذت ہی رہا نہ عشق میں نہیں / آتا ہے لطف چشم تماشا کے بعد

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے / اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

غیروں پہ لطف ہم سے الگ حیف ہے اگر / یہ بے حجابیاں بھی ہوں عذر حیا کے بعد

ممکن ہے نالہ جبر سے رک بھی سکے مگر / ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

ہے کس کے بل پہ حضرت جوہر یہ روکشی
ڈھونڈیں گے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

چند روزہ عیش ہے یہ جنت شداد کا / اس طرح ہرگز نہ ہوگا فیصلہ بغداد کا

شور ماتم کے لیے تیار رکھ گوش مراد / ہے شرار حسن یہ ہنگامہ مبارکباد کا

پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحق شکر حق / جسکو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا

نور حق وہ شمع انور ہے جو بجھ سکتی نہیں / ہے خدا حافظ چراغ رہ گذار باد کا

عزم عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل / نام بھی لینا نہ ہرگز کوشش برباد کا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے اور بھی ظلم و ستم / حوصلہ کچھ بھی نہ نکلا آپ کی بیداد کا

اس پہ کیا موقوف ہے کر اور بھی ظلم و ستم / کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

کر دیا قید قفس نے ہمکو آزاد چمن / پاس کافی ہو چکا اب خاطر صیاد کا

حکم کے آگے ترے پہلے بھی اٹھ سکتا نہ تھا / بار احسان اور سر پہ ہو گیا جلاد کا

دعوت مژگان کی بھی جو ہمیں باقی ہو سکت / ایسے دیوانے کے گھر کیا کام ہے فصاد کا

گیارھویں کو فاتحہ دلوا دیا کرتے ہیں ہم / ہے اثر اتنا ہی یاد حضرت بغداد کا

آج تک ہے اک کنعانی سے شہرت مصر کی / فیض سے حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہو گئے جو قیدی گیسو بندۂ دام فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرت آزاد کا

یہ نور خدا کا ہے سمجھانے سے نہ سمجھے گا
کچھ وہم ہے اگر تجھ میں تو آ تو بھی سمجھا دیکھ

سمجھا بھی ہے کچھ لاکہ یہ ہے کس سے تو
اللہ کو مان اپنی حقیقت کو ذرا دیکھ

ہون لاکھ نظر بند دعا بند نہیں ہے
اللہ کے بندون کو نہ اس درجہ ستا دیکھ

ہو جستجو طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ

خورشید نور ذرہ ذرہ مرا ایمان ہے ازل کا
پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

عقبیٰ کو گمان میں نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیک
آتش کا فقیر ہے فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ

سونے کا نہیں وقت یہ ہشیار ہو غافل
رنگ فلک پیر زمانہ کی ہوا دیکھ

تشنہ لب ہون مدتون سے دیکھیے
کب در میخانہ کوثر کھلے

طاقت پرواز ہی جب کھو چکے
پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

چاک کر سینہ کو پہلو چیر ڈال
یون ہی کچھ حال دل مضطر کھلے

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہین
راز ہائے بادہ و ساغر کھلے

لو وہ آ پہونچا جنون کا قافلہ
پاؤن زخمی خاک منہ پر سر کھلے

ہون جو کثرت ہی کے قائل ان پہ کیا
راز فتح سبط پیغمبر کھلے

رونمائی کے لیے لایا ہون جان
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا
ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے

یہ نظر بندی تو نکلی رد سحر
دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے

اب کہین ٹوٹا ہے باطل کا طلسم
حق کے عقدے اب کہین جا کر کھلے

اب اٹھا ہے ماسوا کا پردہ فاش
معرفت کے اب کہین دفتر کھلے

فیض سے چھوٹے جو اے قید فرنگ
بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

قلزم عشق میں ہیں نفع و سلامت دونوں
اسمیں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی

قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد
تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہے یہی

اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہے گی امید
وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی

اور کس وضع کی جویاں ہیں عروسان بہشت
ہیں کفن سرخ شہیدوں کا سنورنا ہے یہی

علت ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اسکا تو ابھرنا ہے یہی

تجھ سے کیا صبح تلک ساتھ نبھے گا اے عمر
شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گذرنا ہے یہی

ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست
قلب مومن کا مری جان نکھرنا ہے یہی

نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر
کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں، وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

یہ حور بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا
لبیک! کہ مقتل کا صلا میرے لیے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے
ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے

میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

سرخی میں نہیں دست حنا بستہ بھی کچھ کم
پر شوخی خون شہدا میرے لیے ہے

راحل ہون مسلمان بصد نعرۂ تکبیر
یہ قافلہ یہ بانگ درا میرے لیے ہے

انعام کا تجھی سے تو کیا پوچھنا لیکن
دنیا مین بھی ایمان کا صلا میرے لیے ہے

کیون ایسے نبی پر نہ فدا ہون کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہین برا میرے لیے ہے

اے شافع محشر جو کرے تو نہ شفاعت
پھر کون وہان تیرے سوا میرے لیے ہے

اشک کے بہتے ہی مین علت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے

اے چارہ گر چارہ گری کی نہین حاجت
یہ درد ہی دارو ئے شفا میرے لیے ہے

کیا غم ہے جو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

جو حسب اختیار تری اس سے جو ہو بیباک
اس شوخ کی سب شرم و حیا میرے لیے ہے

ہے ظلم پہ تیرے نام ترا پھر بھی ستمگر
مخصوص یہ انداز جفا میرے لیے ہے

ہین بات تو فدا اس پہ ریشمی سے کشش
یہ آج کی گفتگو رکھت میرے لیے ہے

سینہ ہمارا فگار دیکھیے کب تک رہے
چشم یہ خونبار دیکھیے کب تک رہے

جانتے یہ آتا کہ پاس کفر سے کمتر نہین
پھر بھی ترا انتظار دیکھیے کب تک رہے

آہ ہے تا محشر کیسے فضل کی تیرے امید
فضل کی امیدوار دیکھیے کب تک رہے

عشق سے ہو گئی ترا جب طلب ہے بہت
صبر ہمارا شعار دیکھیے کب تک رہے

سب کو یہان ہے فنا ایک تجھے ہے بقا
یہ ستم روزگار دیکھیے کب تک رہے

حق کی کہ کا ایک دن آ ہی رہیگی وسلے
گردش پنہان سوار دیکھیے کب تک رہے

یون تو ہے ہر سو عیان آمد فصل خزان
جور و جفا کی بہار دیکھیے کب تک رہے

دین پہ ہم نیا فدا کرتے رہے مدتون
کفر پہ ایمان نثار دیکھیے کب تک رہے

سونی بھلی یہ شاید سکا کبھی جنت کو بھی
یون ہی یہ اجڑا دیار دیکھیے کب تک رہے

پہلے رہا درد دل مونس جان مدتوں — درد جگر اب کی بار دیکھیے کب تک رہے
زور کا پہلے ہی فن نشہ ہرن ہوگیا — زعم کا باقی خمار دیکھیے کب تک رہے

ماتم شبیر ہے آمد مہدی تلک
قوم ابھی سوگوار دیکھیے کب تک رہے

یہ جور نرالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے — یہ ظلم نہیں نام خدا اور ہی کچھ ہے
ہوں لائق تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا — مجرم تو ہوں بیشک پہ خطا اور ہی کچھ ہے
ہو مکر و دغا لاکھ شعار اہل ہوس کا — پر شیوۂ اخوان صفا اور ہی کچھ ہے
سرکش نہیں باغی نہیں غدار نہیں ہم — پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے
ہم عاشق دروزہ کے بھی منکر نہیں لیکن — ایمائے شہ کرب و بلا اور ہی کچھ ہے
خود خضر کو شبیر کی اس تشنہ لبی سے — معلوم ہوا آب بقا اور ہی کچھ ہے
ہوتے ہی ہیں بے مہری احباب کے شکوے — پر قاعدۂ صبر و رضا اور ہی کچھ ہے
آخر میں کچھ حرج نہیں یہ تو بتا دو — ہے مدنظر وصل بھی یا اور ہی کچھ ہے
اغیار کو ہو لذت آغاز مبارک — انجام محبت میں مزا اور ہی کچھ ہے
گزرا کبھی ان پہ گمان اہل ہوس کا — عشاق کی نیت بخدا اور ہی کچھ ہے
نے سائل دولت ہیں نہ عزت کے طلبگار — اس در کے فقیروں کی صدا اور ہی کچھ ہے
اس شان تمرد سے نہ کھانا کہیں دھوکا — اللہ کے مجرم کی سزا اور ہی کچھ ہے
یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہوگی — پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے

یہ صدر نشینی ہو مبارک تجھے جوہر
لیکن صلۂ روز جزا اور ہی کچھ ہے

فصلِ گل کے متمنی تھے سبھی پالے چرخ
کیا ضروری تھا کہ اک مرغ گرفتار بھی ہو

عشقِ مجنون کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا
شرط یہ بھی ہے کہ اک وادی پرخار بھی ہو

دست وابستہ ہون سائل ہون یداللّٰہی ہات
اسکی حاجت نہین پھر ہاتھ مین تلوار بھی ہو

تشنہ کامون سے ہے خود آج یہ ساقی کو گلہ
ہم تو دین پر کوئی اس مے کا طلبگار بھی ہو

یہ بھی کیا پیرویِ حق ہے کہ خاموش رہین سب
ہان اناالحق بھی ہو منصور بھی ہو دار بھی ہو

جان فروشی کے لیے ہم تو ہین تیار مگر
کوئی اس جنسِ گرامی کا خریدار بھی ہو

وداع رمضان

الوداع اے ماہ رمضان الوداع
بہترین غمگساران الوداع

تجھ مین اترا آخری پیغامِ حق
تو ہی تھا شایانِ قرآن الوداع

ان دنون تھا بحرِ رحمت جوش پر
اے زمانِ عفوِ عصیان الوداع

الفراق اے ہمجلیسِ صائمین
مونسِ شب زندہ داران الوداع

آشکارا تجھ پہ تھا سب رازِ دل
پردہ دارِ دردِ پنہان الوداع

تجھ سے تھین وابستہ امیدین تمام
دافعِ صد یاس و حرمان الوداع

قیدِ تنہائی کی رونق تجھ سے تھی
اے شریکِ بزمِ زندان الوداع

غنچہ ہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے
اے بہارِ باغِ ایمان الوداع

منور کر دی تو نے ظلمت قید کی
تجھ سے ہر شب تھا چراغان الوداع

ہو گئے ہین اب رخصت افطار و سحر
میزبانیہائے مہمان الوداع

سونپنا تھا تجھ کو زادِ آخرت
ہو سکا پر کچھ نہ سامان الوداع

کاروانِ خیر و برکت چل دیا
رہ گئے سب دل مین ارمان الوداع

شدت غم سے زبان گرفتہ ہے
تو ہی کہدے چشم گریان الوداع

اللہ نے بڑھائی ہے کیا شان کلکتہ — روح رسولؐ آج ہے مہمان کلکتہ
یثرب کی خاک پاک کے ہر ذرہ کے لیے — سو جان سے فدا ہین غلامان کلکتہ
ہر سو ہین لاشہائے شہیدان سرخ پوش — ہے آج گل بہار یہ ایمان کلکتہ
تھا چونکہ خار راہ سے بخوف اسلیے — پھولون سے بھر دیا گیا دامان کلکتہ
ہے شور آسمان و زمین پر سٹھو، بچو — ہین عازمان خلد شہیدان کلکتہ
اب تک دلون مین تازہ ہے قالوا بلیٰ کی یاد — البتہ استوار ہے پیمان کلکتہ
ہو زد پہ کفر و شرک سے مرعوب کس لیے — اللہ خود ہے جب کہ نگہبان کلکتہ
پہلے سے بڑھکے آج ہے یہ پایۂ تخت ہند — کل ملک کی سر آنکھون پہ فرمان کلکتہ
ہے امتحان منافق و مومن کا دوستو — میزان حشر بن گئی میزان کلکتہ
سب جلد تر شریک صلوٰۃ و فلاح ہون — سن لی ہے اب ہر ایک نے آذان کلکتہ
احسان کی جزا نہین احسان کے سوا — اترے گا سر کے ساتھ ہی احسان کلکتہ
ہم سنت خلیل کے پابند ہون تو کیون — پھولے نہ آگ ہی مین گلستان کلکتہ
تقلید اہلبیت کرین ہم تو کیا عجب — میدان کربلا ہے میدان کلکتہ
مسرور خلد مین ہین شہیدان کانپور — ہونگے شریک بزم شہیدان کلکتہ
شبلی سا شخص نوحہ گر کانپور تھا — لاریب آج تھا وہی شایان کلکتہ
دنیا سے اٹھ گیا مگر اب امتیاز شعر — جوہر سا شخص اور ہو ثنا خوان کلکتہ
لیکن ہے اک ضعیف سی نسبت سے کچھ امید — مین بھی کبھی تھا ایک مسلمان کلکتہ
آغاز کلکتہ تو میسر ہوا ضرور — یارب نصیب ہو کہین پایان کلکتہ

(دہلی ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء)

استعانت بالصبر

کلمۂ حق ہے اگر وردِ زبانِ دہلی
مٹ سکے گا نہ کبھی نام و نشانِ دہلی

لب پہ آسکے نہ کبھی شکوۂ جورِ اغیار
ہو زمانے سے الگ طرزِ فغانِ دہلی

لعد الحمد کہ تشا وہ ہے یہ صبر و صلوٰۃ
ہو گئے بےخوف پڑھیں آہ روانِ دہلی

سرفروشی کے لیے پیر و جوان ہیں تیار
آج رونق پہ ہے کس درجہ دکانِ دہلی

سنگریزوں سے زیادہ نہیں گولی چھرے
یوں رکے گا نہ کبھی سیلِ روانِ دہلی

حق کے آتے ہی ہوا کعبۂ باطل رخصت
چند دن اور ہیں دہلی میں بتانِ دہلی

ہائے غلام حسینؒ

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

کچھ تو انعام حق پرستی کے
ہم غریبوں سے بھی لیے ہوتے

لے کے زندہ بادۂ حق کے
ابھی دو چار خم پیے ہوتے

تم تو دل بھی فگار کر کے چلے
زخمہائے جگر سیے ہوتے

یوں نہ دامن چھڑا کے چل دیتے
تم گر اس بزم کے لیے ہوتے

تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا
چند نعم البدل دیے ہوتے

تھی شہادت کی کس قدر جلدی
کام کچھ اور بھی کیے ہوتے

خوب کاٹا بہشت کا رستہ
ساتھ ہم کو بھی کر لیے ہوتے

تم ہی زندہ ہو لغو ہے یہ خیال
چند دن اور بھی جیے ہوتے

آج جو ہیں وطن کے قاش فروش
کاش کچھ اور قافیے ہوتے

متفرقات

مستحقِ دار کو حکمِ نظر بندی ملا | کیا کہوں کیسی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی
تم تو کعبہ کے خدا تھے پھر نکالے کیوں گئے | اے بتو کیسی خدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

⊙

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے | اک فقط تیرا سہارا چاہیے
دشمنوں سے گر تلطف ہے تو کچھ | دوستوں سے بھی مدارا چاہیے
ہے تقاضائے جنوں پردہ دَر | خاک اُڑانا آشکارا چاہیے
ہے و لے فرمودۂ غالبؔ کا پاس | ضبط کا کچھ اور یارا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایامِ گل
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

کلامِ جدید

الٰہی شکر ترا، پھر مہِ صیام آیا | مہِ صیام نہیں عید کا پیام آیا
ہزار ماہ سے بہتر ہے ایک رات اسکی | اسی مہینہ میں اللہ کا کلام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہاں کیلیے | حرا میں عرش سے اقراء کا جب پیام آیا
جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا | تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
میں اس پہ کیوں نہ درود و سلام بھیجوں کہ | کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
ہے زندگی تو اسی کی جو مر مٹا دین پر | وہی ہے کام کا اسلام کے جو کام آیا
ہو نفخِ صور تمھارے لیے صدائے رحیل | ہو جان لب پہ بھی تو کہہ دو ابھی غلام آیا

نبی سے ملتے ہیں اسلام کے سپہ تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

لاکھ حربے ہیں ہر نوع کے شیطان کے پاس
ڈھال ایمان کی موجود ہو انسان کے پاس

ملک سمجھو اسے پامال بجا ہے اک دین
اب تو بس اک یہی دولت ہے مسلمان کے پاس

لگتے ہی تیر تمہارا گئی یوں جان نکل
بیٹھ کر جاتی گھڑی دو گھڑی مہمان کے پاس

آدمیت ہے تو بنیاد ہے ہر خوبی کی
ہو نہ یہ بھی دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس

صحبت یار ہے اے دل تجھے گھر بیٹھے نصیب
پھر ترا کام ہے کیا حاجب و دربان کے پاس

خواہشیں نفس کی کرتے تو ہو پوری لیکن
اس سے بہتر نہیں آلہ کوئی شیطان کے پاس

ہم نے دل بھر کے کچھ اس طرح نکالے ارمان
کہ پھٹکتا نہیں دل جا کے اب ارمان کے پاس

مت سمجھنا انہیں کم مایہ غنی ہیں یہ لوگ
گنج مخفی ہے ہر اک صاحب ایمان کے پاس

جبہ سائی کی بھی کچھ ہوگی تمہیں کو امید
گالیاں کھاتے ہو جا جا کے جو دربان کے پاس

کیا ڈھونڈھتے ہو فصل خزاں میں بہار کو
اب وہ چمن کہاں ہے وہ رنگ چمن کہاں

کشتوں کو تیرے کس لیے کیا ہے سپرد خاک — ان ہستیوں کے واسطے گور و کفن کہاں
سنتے ہیں یہ بھی ایک بزرگوں کی رسم تھی — اس دور اعتدال میں دار و رسن کہاں
سن لیجیے غلو تو نہیں انا الحق کا ادعا — سولی پہ چڑھ کے سنائی وہ اب نعرہ زن کہاں
فرصت کسے خوشامد شمر و یزید سے — اب ادعائے پیروی پنجتن کہاں

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں — اب آپ نے لگیں آن سے خلوت کی ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے — ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر ہیں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں درود کی کچھ ہیں نے بھی سوغاتیں
شیطان کی چالوں سے اب بچ گئے سب واقف — اب ہونگی آ کے تشریح ملعون کی سب گھاتیں

بیٹھا ہوا تو یہ کی تو خیر منا یا کر
ملتیں نہیں یون جو ہیں ابلیس کی سب باتیں

ساز بھی چاہیے کچھ اثر آثار و دم ذبح — رقص بسمل ہے تو زنجیر کی جھنکار بھی ہو
ہم سمجھتے ہیں غلامی کو جو یہ سمجھے ہیں — بت پرستی کا نشان دوش پہ زنار بھی ہو
بت پرستی کا نشان طوق غلامی کم ہے — کیا ضروری ہے کہ قشقہ بھی ہو زنار بھی ہو

رہیے آزاد جو رہتا ہو تمھیں کیا سمجھا
تم تو زندانی الفت ہو گرفتار بھی ہو

تمھارے فضل کے بھروسے یقین رکھتے ہیں — گر عید آئے گی بیشک مہ صیام کے بعد
ستم سے کچھ نہ ہوا اب کھلا ستمگر یہ — ابھی کچھ اور بھی باقی ہے قتل عام کے بعد

زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک
کہ وحی بند ہوئی سید الانام کے بعد

تمھین کرو سر تسلیم پہلے خم پئے قتل
کہ سر جھکاتے ہین سب مقتدی امام کے بعد

سوز درون سے جل بجھو لیکن دھوان نہو
ہے درد دل کی شرط کہ لب پر فغان نہو

پھیر ہو رہا ہے شور صلائے نبرد عشق
ہان اے دہان زخم جواب الامان نہو

بازار جان فروش مین سودا نہو یہ کیا
گاہک ملے تو جنس تو یہ بھی گران نہو

اس درد لا علاج کی کیونکر دوا کرون
وہ حال دلنشین بھی تو مجھ سے بیان نہو

کیا فائدہ گر اس نے چھپایا بھی زخم دل
یہ کام جب بنے کہ مژہ خونچکان نہو

کیا کیجیے چمن کے مائدہ دل کو لخت لخت
تیرا ہی تیر سینے مین جب میہمان نہو

خوف رقیب کا تو یہ عالم اور اس پہ عشق
سب چاہتے ہین چاہ کا ان پر گمان نہو

ہے وصل یار کی بھی تمنا کا حوصلہ
ڈر یہ بھی ہے کہ طبع عدو پر گران نہو

بہلو غم دل کو لیکے وہ کہتے ہین ناز سے
کیا آئین گھر مین آپ ہی جب میزبان نہو

سنتے ہی جس کو خلق مین کہرام مچ گیا
جو قصہ وہ تیرا ہی تو کہین داستان نہو

بے خوف غیر دل کی اگر ترجمان نہو
بہتر ہے اس سے یہ کہ سرے سے زبان نہو

ہون بے ہراس یہ مجھے رکھیے کسی جگہ
ڈر ہو وہان کہ تیری حکومت جہان نہو

اک تو جو مہربان ہو تو ہر اک ہو مہربان
اور یون تو بلا سے کوئی مہربان نہو

ہمکو تو ایک تجھ سے دو عالم مین ہے غرض
سب بدگمان ہوا کرین تو بدگمان نہو

دیر و حرم مین ڈھونڈھ چکے سب جگہ تجھے
اب بن کہہ سکے کہ کہان ہو کہان نہو

گرنا ہی تھا حرام تو پھر وعدہ کس لیے
یہ کیا کہ سے حلال وہان ہو یہان نہو

ہمت نہ ہار دے کوئی منزل کے سامنے
پروردگار یون بھی کوئی ناتوان نہو

ملنے تو پھر چلے ہو مشیخت پناہ سے
قشقہ کا دیکھو آج جبین پر نشان نہو

جوہرؔ اس ایک دل کے لیے اتنے مشغلے
کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتان نہو

اُس کو کیا خوفِ رہِ ظلمات ہے
جس کی رہبر خود خدا کی ذات ہے

نذرِ جان مین چل کے طیبۂ اپنے پاس
اُن کے لائق اک یہی سوغات ہے

قید تنہائی کا لذت آشنا
کیسے کہدون تارکِ لذات ہے

دل سے ہوتی رہتی ہین سرگوشیان
اب یہی اک مشغلہ دن رات ہے

کیا نہوگی میری ہی حاجت روا
جس کا مولی قاضی الحاجات ہے

تیرے بندے اُن پہ بھاری ہون تو پھر
تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے

تیری رحمت پر ہو جس کا آسرا
اُن کو کیا حزن و غمِ مافات ہے

قید تنہائی مین بھی چھوڑا نہ ساتھ
نفس موذی بھی بڑا بدذات ہے

ق

پرورش زینۂ پرستش کا نہے
پھر تو خودغرضی ہی خود لات ہے

مکر خیر الماکرین سے ہے عبث
اپنی چال اور آپ ہی کی مات ہے

بیٹھ تو جائے تو یہ گرمی مین مگر
سوچتا ہون سامنے برسات ہے

اب خدا جانے ہوئی جاتی ہے خیر
ایسی بھی کیا صورتِ حالات ہے

لیچلے ہین اُس کی رحمت کا یقین
اپنی تو صاحب یہی اوقات ہے

شمعِ ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر مین جوہرؔ کی پہلی رات ہے

حال کہنا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہوا اس سے جو تو مرنا ہے یہی

قلزم عشق میں ہیں نقص سلامت دونوں
اسمیں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی

قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد
تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہے یہی

اے اجل تجھسے بھی کیا خاک رہے گی امید
وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی

اکڑیں گے شیخ کے ہمراہ عروسان بہشت
ہیں کفن سرخ شہیدوں کا سنورنا ہے یہی

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہوا اسکا تو ابھرنا ہے یہی

تجھسے کیا صبح تلک ساتھ نبھیگا اے عمر
شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گذرنا ہے یہی

ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست
قلب مومن کا مری جان نکھرنا ہے یہی

نقد جان نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر
کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی

کیوں شہر چھوڑ جا پڑیں ہم بیابانیوں میں ہم
مجنوں کے ساتھ ہو نگے بیابانیوں میں ہم

آزاد بھی ابھی سے ہیں ہم ہوشیار بھی
جب سے ہیں اے جنوں ترے زندانیوں میں ہم

نادانیاں ہزار سہی دوستو مگر
دانا بھی ہو گئے انھیں نادانیوں میں ہم

کب شوق جامہ در سے ہے یوسف یہاں مفر
وا مانیوں میں ہم ہو گر یبا نیوں میں ہم

محروم گو حرم سے رہے پر زہے نصیب
داخل تو آج ہو گئے قربانیوں میں ہم

ہنگامے روز روز کے خوگر بنا گئے
اب خوش ہیں آگئے دن کی پریشانیوں میں ہم

واقف نہ تھے کشش سے زلیخا کے عشق کی
یوسف کو ڈھونڈھتے رہے کنعانیوں میں ہم

نار جحیم سے نہیں کچھ کم نہیں جسے
محسوس کر رہے ہیں پشیمانیوں میں ہم

گر ہے تجھے متاع نفس اس قدر عزیز
صیاد خوش ہیں تیری نگہبانیوں میں ہم

سمجھا جو ہر اللہ رازک اس نفس سے تو پھر
فارغ ہوں کیسے بے سروسامانیوں میں ہم

ہین کے روزِ وصل کے نقشے بگڑ گئے | آباد پھر بھی ہین اُجڑین ویرانیون مین ہم
ہم زندہ دل ہین زندۂ جاوید، یا کہ خضر | بچون سے اب بھی کم نہین شیطانیون مین ہم

جو خضر نہ کیون یہ رسم کہن زندہ کر چلین
دارورسن کے گرچہ نہون بانیون مین ہم

ہین یہ انداز آزمانے کے | اور ہی ڈھنگ ہین ستانے کے
کربلا ہے یہ بانۂ کوثر | جائیے صدقے اس بہانے کے
گھر چھٹا یون کہ چھوڑنے والے | تھے نہ ہم اس کے آستانے کے
ایک اک کرکے سب کے سب تنکے | کیے برباد آشیانے کے
کچھ دنون گھومنا مقدر تھا | ساتھ ساتھ اپنے آب ودانے کے
دیکھیے اب یہ گردشِ تقدیر | کہین آنے کے ہین نہ جانے کے
پوچھتے کیا ہو بود وباش کا حال؟ | ہم ہین باشندے جیلخانے کے
قید مین اور اتنی بے باکی؟ | سب یہ پھل ہین مار کھانے کے
سُن بھی لیتا ہے حالِ روح و شوخ | آتے ہون وصف اگر سُنانے کے
جان کر قصّہ کچھ سے اوراق | جستہ جستہ مرے فسانے کے
دے کسی اور کو یہ دم قاصد | میرے گھر وہ کبھی نہ آنے کے
تیری گردش کہان گئی اے چرخ | ہم ہین محروم اک زمانے کے
خون عاشق سے سخت ہین بیزار | ملک الموت اس زمانے کے
زنگ آلود ہو گئے سارے | تھے جو آلات خون بہانے کے
کُھلتے جاتے ہین راستے لیکن | روز دو چار جان جانے کے
تجھ سے سیکھے کوئی، ستم ایجاد | طرز عشاق کے ستانے کے

نواب مرزا شوق مرحوم کی تصانیف

مثنوی زہر عشق قدیم

کہاں ہیں وہ پاکیزہ خیال کے لوگ ادھر آئیں ہم انکو آج ایک ایسے گلشن کی سیر کرائیں جسکا انھون نے ذکر تو سنا ہوگا لیکن شاید آنکھون سے نہ دیکھا ہوگا یعنی یہ وہی پرانی [illegible] ہے جو ایک مدت سے نظر [illegible] اور [illegible] چھپ سکا تھا انگریزی نے [illegible] قرار دیدیا تھا۔ لوگ خفیہ تلاش کرتے تھے لیکن رقم کثیر خرچ کرنے پر بھی میسر نہ آتی تھی۔ وہی مثنوی ہردوئی کے ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے طبع ہوئی ہے جو کہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے اگر آپ کو اس حسن و عشق کے جذبات کی سیر کرنا منظور ہے تو فوراً طلب فرمائیے۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ اصلی قیمت ایک روپیہ عہ رعایتی قیمت صرف آٹھ آنہ۔ ۸؍

مثنوی خنجر عشق

اگر آپ نواب مرزا شوق کی اخیر مثنوی دیکھنا ہو تو ملاحظہ فرماوین قیمت ۳؍ رعایتی دو آنہ ۲؍

فریب عشق

اگر آپ حسن و عشق کے فریبوں سے بچ کر حسینان عالم کے کوچے کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو مطالعہ فرمائیے۔ اسمیں وہ وہ حسن فریبیاں دکھلائی گئی ہیں کہ اچھے سے اچھا شاطر بھی فریب کھا جاوے۔ منچلے اور بعقل نازنینان جہان کی ابلہ فریبیاں، لوگ جوگنگ بنا کی ہیا کی ایسے ایسے شعبدہ دکھلائے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ ایک کتاب ضرور منگوا لیجیے اصلی قیمت بارہ آنے۔ رعایتی قیمت صرف چھ آنے ۶؍

لذت عشق

اسکی خوبی تو اسکے نام ہی سے ظاہر ہے جو لوگ حسن و عشق کے کوچے کی خاک چھان چکے ہیں وہ اس لذت سے بخوبی واقف ہیں اور انکے لیے یہ کتاب بہت ہی تسکین دہ ہوگی۔ اسمیں حسن و عشق کے وہ وہ کرشمے درج ہیں کہ کتاب کو ہاتھ سے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ ایک جلد ضرور منگوا لیجیے۔ اصلی قیمت بارہ آنے رعایتی قیمت صرف چھ آنے ۶؍

مثنوی سوز عشق ۴؍ مثنوی بیمار عشق ۴؍ مثنوی درس عشق ۶؍ بہار عشق ۲؍

صرف سوا روپیہ میں بیس معشوق

چلی خورشید	۱؍	ببن جان	۱؍	چھوٹی جدن	۱؍	جانکی بائی	۱؍
نواب جان	۱؍	ماہ پیکر	۱؍	چمن قوالی	۱؍	زہرہ بائی	۱؍
مہتاب جان	۱؍	ادھا نگین	۱؍	روشن آرا	۱؍	امراؤ جان	۱؍
عباسی جان	۱؍	اچھن بائی	۱؍	اشرفی جان	۱؍	امین آباد کی گونگی	۱؍
مرشیر چودھرائن	۱؍	موتی جان	۱؍	زرائد نیر	۱؍	مشو جان	۱؍

ملنے کا پتہ: بک ڈپو امین آباد لکھنؤ